

حج کے اسرار و مقاصد

ترجمہ
مرکز اصول



ترجمہ
ابو اسعد قطب محمد الاثری
نظر ثانی
ذاکر حسین وراثت اللہ



Urdu
اردو

من مقاصد الحج

إعداد
مركز أصول

ترجمه
قطب محمد الاثري



URDU
اردو

ح) المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالربوة، ١٤٤١هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

مركز أصول للمحتوى الدعوي

من مقاصد الحج: اللغة الأردية . / مركز أصول للمحتوى الدعوي. - الرياض، ١٤٤١هـ

٧٦ ص، ١٢ سم x ١٦,٥ سم

ردمك : ٢-٣٢-٨٢٩٧-٦٠٣-٩٧٨

١- الحج أ. العنوان

ديوي ٢٥٢,٥ ١٤٤١/٥٩٧٠

رقم الايداع: ١٤٤١/٥٩٧٠

ردمك : ٢-٣٢-٨٢٩٧-٦٠٣-٩٧٨



أعد هذا الكتاب وصمّم من قبل مركز أصول، وجميع الصور المستخدمة في التصميم يملك المركز حقوقها، وإن مركز أصول يتيح لكل مسلم طباعة الكتاب ونشره بأي وسيلة، بشرط الالتزام بالإشارة إلى المصدر، وعدم التغيير في النص، وفي حالة الطباعة يوصي المركز بالالتزام بمعايره في جودة الطباعة.

+966 11 445 4900



+966 11 497 0126



P.O.BOX 29465 Riyadh 11457



osoul@rabwah.sa



www.osoulcenter.com









الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الأمين، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين. أما بعد:

میرے مسلمان حاجی بھائی!

سارے جہان کے رب کے لئے سر تسلیم خم کرنے کا کیا خوبصورت مقام ہے، اور یہی تو مومن کی علامت و پہچان ہے، تسلیم و رضا کے مقام پر جب مقام علم و معرفت بندے کے یہاں بڑھ جاتا ہے تو رب العالمین سے اس کی قربت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے، تو اے ہمارے پروردگار! تو ہمارے علم و عمل صالح اور تسلیم و رضا کو دوبالا کر دے، اور اے ودود (نیک بندوں کو دوست رکھنے والا)! تو اپنی رحمت سے ہمارے اعمال قبول فرمالے، بیشک تو نہایت کریم اور بڑا بے نیاز ہے۔

محترم بھائی! یہ بڑی اچھی بات ہے کہ آپ حج کے اعمال ادا کر رہے ہیں گرچہ آپ یہ نہیں جانتے کہ آپ اسے کیوں کر رہے ہیں، لیکن آپ کا اتنا جاننا کہ یہ اللہ عزوجل کی عبادت ہے آپ کے لئے کافی ہے، اور رب العالمین کے روبرو سر تسلیم خم کرنے اور بندگی کے





لیے یہی مطلوب و مقضیٰ ہے۔ اس سے بھی یہ بات اور پیاری ہے کہ جب آپ اپنے رب سے الحاح و التجاء کریں کہ اے رب تو ہمارے علم میں اضافہ فرمادے تو وہ آپ کی دعا سن کر آپ کے لیے علم کے دروازوں کو کھول دے، اور آپ حج کے بعض اعمال کی حکمت سے روشناس ہو جائیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾

[العنكبوت: 69]

"اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہ ضرور دکھادیں گے، یقیناً اللہ نیکوکاروں کا ساتھی ہے۔"

اس سے اچھی بات اور کیا ہوگی کہ ہمیں یہ پتہ چل جائے کہ مکہ بغیر کھیتی باڑی والی وادی میں کیوں آباد ہوا، اور کھیتی باڑی والی، جنگلوں اور ندیوں والی وادی میں کیوں نہیں بنی کہ حج و عمرہ کرنے والے لوگ اللہ کی اس محبوب ترین علاقہ میں خوب آرام و آسائش کے ساتھ رہتے۔

اور نبی کریم ﷺ کی خصوصیت میں سے یہ کیوں تھی کہ آپ کے دونوں پیر اور جسم مبارک نے الوداعی حج کے موقعہ پر عرفات کی زمیں کو چھوا تک نہیں؟





اور طواف کی جگہ (مطاف) میں نیز (جمرات پر) پتھر مارتے وقت سخت بھیرٹ بھاڑ کی شکل میں مرد و عورتیں آپس میں کیوں مل جاتے ہیں؟ حالانکہ تمام عبادتوں میں حکمت والے شرعی نظام میں ایسا کچھ نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ لوگوں پر وسعت پیدا کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے؟ اور جب ہم عرفات سے واپس آتے ہیں تو میدان مزدلفہ میں ہمارے لیے رات گزارنا کیوں ضروری ہے، جب کہ منیٰ ہم سے کافی قریب ہے۔ اور ہم وہاں کیوں رات بھر سوتے اور محظوظ ہوتے ہیں؟ ان کے علاوہ حج و عمرہ کے اعمال میں اور بھی بڑی بڑی حکمتیں پنہاں ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حج کے جملہ اعمال بڑی بڑی حکمتوں سے پر، اور باریک مقاصد سے لبریز ہیں، کچھ تو اس کی معرفت سے آشنا و آگاہ ہوئے اور کچھ اس سے ناواقف ہی رہے۔

ان مختصر سطروں میں اللہ عزوجل سے مدد چاہتے ہوئے اور اس کی مدد کے طلب گار بن کر میں نے یہی جدوجہد کی ہے کہ ذہنوں کو اس کی جانب راغب بنا دوں اور اس کی طرف بندوں کی توجہ و آگہی کو موڑ دوں، ہم پر امید ہیں کہ ہمارا رب ہمیں معاف فرمائے گا اور ہم پر اپنی شفقت و مہربانی فرما کر صراطِ مستقیم کی طرف ہماری رہنمائی فرمائے گا۔





واضح رہے کہ ان چند سطور میں میرا مقصد و مقصود فقہی احکام نہیں ہیں، علماء فقہ نے احکام کی کتابوں میں ان موضوعات پر شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے، بلکہ میرے نشانے پر وہ چند بڑے مقاصد ہیں جو عموماً بہت سے حجاج کرام کی نگاہوں سے اوجھل ہیں بلکہ حج کے موضوع قلم طرازی کرنے والوں کی نظر سے بھی دور ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«رُبَّ حَامِلٍ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ». (رواہ أبو داود برقم (۳۶۶۰) وصححه الألبانی).

"بہت سے حاملین فقہ ایسے ہیں جو فقہ کو اپنے سے زیادہ فقہ و بصیرت والے کو پہنچادیتے ہیں۔"

اور میں نے کچھ لوگوں سے ان مقاصد کے بارے میں مشورہ بھی لیا جو اسے مجھ سے بہتر واضح اور شامل و کامل شکل میں پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ یاد رہے اس میں جو بھی صحیح و درست بات ہے وہ اللہ کی جانب سے ہے اور جو کچھ خطا ہے وہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔





کامل حج کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾ [البقرة: ۱۹۶]

"اللہ کے لیے حج و عمرہ کامل کرو۔"

حج کامل کی تین قسمیں ہیں:

﴿۱﴾ وقت کے لحاظ سے کامل حج

﴿۲﴾ مقام و جگہ کے لحاظ سے کامل حج

﴿۳﴾ کیفیت کے لحاظ سے کامل حج

﴿۴﴾ وقت کے لحاظ سے حج کامل:

وقت کے لحاظ سے کامل حج کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کے لیے جو وقت متعین کیا ہے اسی میں اس کی ادائیگی ہو، اور ہم اسے آگے پیچھے نہ کریں۔

حج میں جملہ عبادتیں ایک محدود وقت میں متعین کی گئی ہیں، اور انہیں



مخصوص اوقات میں ہی اس کے مقاصد کا حصول ممکن ہے، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کے متعین کردہ وقت میں جس نے تساہلی کی تو یقیناً اس نے ان مقاصد کی تکمیل میں کوتاہی و بے اعتنائی کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَفْضَلُكُمْ الْحَاجُّ أَسْهَرُ مَعْلُومَتٍ﴾ [البقرة: ۱۹۷]

"حج کے متعین مہینے ہیں۔"

اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے:

﴿وَأذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ﴾ [البقرة: ۲۰۳]

"کچھ گنے چنے دنوں میں اللہ کا ذکر کرو۔"

اسی وجہ سے بطور مثال ہم یہ کہتے ہیں: عجلت کے باعث جس نے مزدلفہ میں رات نہیں گذاری یا آدھی رات سے پہلے پہلے وہاں سے نکل پڑا، یا اسی طرح سے جس نے بارہ تاریخ کو سورج کے زوال سے پہلے رمی (پتھر مارا) کیا، یقیناً جاننے ایسا کرنے سے مقاصد حج کی خلاف ورزی یا اس میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

🌸 مقام و جگہ کے لحاظ سے کامل حج:

اس کا مقصود یہ ہے کہ حج میں کی جانے والی تمام عبادتیں اللہ کی چاہت کے مطابق انہیں جگہوں میں ادا کی جائیں جن کی تعیین اللہ

تعالیٰ نے خود کی ہے، اس وجہ سے کہ ہر جگہ کے اپنے الگ الگ مقاصد ہیں جن کی تکمیل اسی صورت میں ممکن ہے۔ لہذا جنہوں نے ان جگہوں میں عبادت کی ادائیگی میں کوتاہی برتی تو یقیناً انہوں نے اس عبادت کے مقاصد کی تکمیل میں اپنے آپ کو دور کر لیا۔

اسے ہم کچھ اس طرح سمجھیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی چاہت ہے کہ ہم سب میدان عرفات میں وقوف کریں، اور اس کے متعین کردہ حدود کے باہر وقوف نہ کریں، ایسے ہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی چاہت یہ ہے کہ ہم میدان مزدلفہ میں کامل رات یا اس کا بیشتر حصہ گذاریں، اور میدان مزدلفہ کے حدود سے باہر نہ نکلیں، اور ایسے ہی اللہ کی چاہت ہے کہ ہم مخصوص راتیں منیٰ میں گذاریں اور کی اس کی حدیں پار نہ کریں (اس سے چند صورتیں مستثنیٰ ہیں جیسے زیادہ بھیر بھاڑ) جگہ کے لحاظ سے کامل حج کا یہی مطلب ہے۔

حجاج کی بڑی تعداد کی شمولیت کے باعث ایک ہی وقت اور ایک ہی جگہ میں بعض عبادتوں کی بجا آوری تنگی کا سبب بنتی ہیں، جیسے (رمی حجر) پتھر مارنا، طواف کرنا، حجر اسود کو بوسہ دینا، لیکن بھیر اور ازدحام سے چھٹکارے کے لیے نہ تو ان عبادتوں کو چند مہینے یا چند ہفتے کی وسعت کی جاسکتی ہے، اور نہ ہی ان جگہوں میں توسیع کی جاسکتی ہے،

اور نہ ہی سال بھر حجاج کے اعداد و شمار کے لحاظ سے مناسب اضافہ کیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی عدد گھٹانے کی خاطر عورتوں کو نظر انداز کر کے صرف مردوں پر اکتفا کیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی اسے استجابی فعل قرار دیا جاسکتا ہے، بلکہ تمام حجاج مرد و عورت کا اسی تنگ جگہ اور تنگ وقت میں حج کے اعمال بجالانا مطلوب و مقصود ہے، بھیر بھاڑ اور شدید اختلاط کے ان احکام سے جو نتیجے برآمد ہوتے ہیں وہ خوب جاننے والے، حکمت والے اللہ سے مخفی نہیں ہیں، اور یہ سب کچھ عظیم حکمت کے پیش نظر ہیں جو اللہ حکیم و خبیر کی چاہت کے عین مطابق ہیں۔

❁ کیفیت کے لحاظ سے کامل حج:

اس ضمن میں احکام کی تین قسموں کی وضاحت

❁ ۱ حج کے مقاصد

❁ ۲ حج کے فقہی احکام

❁ ۳ حج کی حاصل شدہ مصلحتیں

ان تمام کی تفصیل کے بارے میں یہ عرض ہے:

پہلی قسم: مقاصد حج کی تفصیلی وضاحت بعد میں آئے گی ان شاء اللہ۔

دوسری قسم: فقہی احکام - مثلاً واجب و مستحب، مباح و مکروہ و محرم - تو اس سلسلے میں علمائے فقہ نے سیر حاصل گفتگو کی ہے، اور لوگوں نے اس سے متعلق خوب سوالات بھی کر چکے ہیں پھر دوبارہ اس کی ضرورت محسوس نہیں کی جا رہی ہے۔

تیسری قسم: یہی وہ مصالحِ مرسلہ ہیں جو حج کو کماحقہ ادا کرنے پر مدد فراہم کرتے ہیں جیسے ٹرافک اور آمدورفت کے نظام، صفائی، رہائش اور دیگر زادراہ کے تقاضے۔

جب لوگ ان ضابطوں کا خیال نہیں کرتے تو یہ بڑی پریشانیوں کے پیش خیمے بن جاتے ہیں جس کے نتیجے میں لوگ صحیح وقت پر مشاعرِ مقدسہ نہیں پہنچ پاتے یا بسا اوقات کافی دقتوں کے بعد وہاں پہنچتے تو ضرور جاتے ہیں لیکن ان کی عبادتوں میں کافی خلل واقع ہو جاتا ہے۔ لوگ اگر ان مصالح کی بھرپور رعایت کر لیں اور بڑھ چڑھ کر تعاون کریں تو سہولت و آسانی کے ساتھ عبادت کی ادائیگی میں ان کو بڑی مدد ملے گی۔

سوال یہ ہے کہ ان تینوں اقسام کے کمال کو ہم کیسے ثابت کریں جس کا مطالبہ اللہ سبحانہ تعالیٰ ہم سے قرآن کریم کی اس آیت میں کر رہا ہے:

﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾ [البقرة: ۱۹۶]

"اللہ کے لیے حج و عمرہ کامل کرو۔"



جو ابا عرض ہے:

پہلی بات ہے کہ ان تینوں قسموں کو سیکھنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے اور ان کے حقائق سے واقف ہونا چاہئے، کیوں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہم سب سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ جب ہم جدوجہد کریں گے تو وہ ہمیں اپنی ہر پسندیدہ اور محبوب راہوں کی ہدایت فرمادے گا، جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾

[العنكبوت: ۶۹]

"اور جو لوگ میری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں، ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھائیں گے، یقیناً اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا ساتھی ہے۔" جدوجہد کی صورت یہ ہے ہم اللہ سبحانہ تعالیٰ سے دعا والتجا کریں کہ وہ ہمیں ان مقاصد کی فہم اور جس انداز میں وہ اسے پسند فرماتا ہے اسی انداز میں اسکی بجا آوری کی توفیق سے مالا مال کرے، اور یوں کہے:

﴿وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ [طہ: ۱۱۴]

"اے ہمارے رب! ہمارے علم میں اضافہ فرمادے۔"

اور اسی طرح قرآن و حدیث میں وارد نصوص جو اس کی وضاحت کرتے ہیں ان کے بارے میں خوب دیر تک غور و فکر میں محو رہنا۔



اور اسی طرح علماء کرام سے ان کی معرفت حاصل کرنا، اس موضوع سے متعلق کتابوں کا بغور مطالعہ کرنا، اور اس موضوع پر منعقد ہونے والی علمی مجالس میں شرکت کرنا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسے کامل صورت میں ثابت کرنے کی سعی کریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ [الزمر: ۵۰]

"اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔"

اللہ کا یہ حکم تمام عبادتوں کو شامل ہے، کوتاہی، تفریط، راحت و چین کی تلاش، اور سستی و کاہلی میں نفس کی پیروی کے ذریعہ ہم جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کریں گے، کیوں کہ دنیا دار العمل اور گذر گاہ ہے، اور جنت دار الجزاء اور دارالقرار ہے، اور اس کا حصول اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی توفیق کے بغیر ناممکن ہے، اس لئے ہمیں پوری عاجزی کے ساتھ اپنے رب سے یہ التجا کرنی چاہئے کہ وہ اپنی پسند اور رضا کے عمل میں توفیق سے نوازے۔

تیسری بات یہ ہے کہ عذر شرعی - جیسے لاعلمی اور بھول چوک وغیرہ - کی وجہ سے جن امور کی کما حقہ ادائیگی میں ہم عاجز و بے بس تھے اس پر

ہمیں غم زدہ ہونا چاہئے، اور کثرت سے دعائے استغفار کرنی چاہئے، اور ساتھ ہی اس کی قبولیت کے لئے اللہ سے التجاء و درخواست کرنی چاہئے، عین ممکن ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے کرم و احسان اور جو دو سخا سے کامل شکل میں ادا کرنے میں جو کمیاں رہ گئی ہیں وہ اپنی طرف سے نواز دے، اور جب ہم حج سے واپس ہوں تو قبولیت حج اور اسے کما حقہ ادا کرنے کی امیدیں و اوسط رکھنے کے درمیان اور عمل کے عدم قبولیت یا اس میں کمی و کوتاہی کے وقوع کے اندیشے و خوف کے درمیان رہیں۔

اب پہلی قسم صفت و کیفیت کے اعتبار سے کامل حج کرنے کا آغاز ان آنے والے چند سطور میں کر رہا ہوں یعنی حج کے مقاصد کی معرفت اور انہیں بروئے کار لانا۔

حج کے مقاصد سے مراد: وہ فوائد اور عظیم حکمتیں جن کی خاطر اعمال حج مشروع کئے گئے ہیں۔

حج کا سب سے عظیم مقصد: اللہ عز و جل کے لئے بندگی کو ثابت کرنا یعنی عبادت صرف اللہ ہی کی کی جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾

[آل عمران: ۹۷]



"اللہ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پاسکتے ہیں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے۔"

یہی وہ عظیم مقصد ہے جس کی جانکاری ہر حج کرنے والے کے لیے ضروری ہے اور اس سے لاعلمی و ناواقفیت کا عذر کسی کے حق میں بھی قابل قبول نہیں ہے۔

اللہ عزوجل کی عبادت و بندگی کو عملی جامہ پہنانے کا سب سے بڑا مقصد اس وقت تک پائے تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا جب تک ان عظیم مقاصد کو حاصل نہ کر لیا جائے جس کے لیے اس مقصد کو بنایا گیا ہے، جیسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی محبت و عظمت اور اس سے امیدیں (رجاء) اور خوف، اور اسی پر بھروسہ اور اسی کی طرف انابت و رجوع وغیرہ۔

یہی وہ چند مقاصد ہیں جن کی خاطر اعمال حج کو مشروع قرار دیا گیا ہے، اور لوگوں کے لیے اس کا سیکھنا و سمجھنا اور اس کی معرفت کے حصول اور عملی جامہ پہنانے میں انتھک کوشش کرنا دینی حصہ قرار دیا گیا ہے، اور اس سلسلے میں لوگ ایک دوسرے سے جداگانہ درجہ رکھتے ہیں۔ یہ بیان کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ ہر حاجی پر ان مقاصد کے جملہ تفصیل سے آگاہ ہونا واجب ہے، لیکن جو جس قدر ان مقاصد کو عملی جامہ پہنائے گا اسی مقدار میں اسے اجر اور اللہ کے پاس اسے



مقام و مرتبہ حاصل ہوگا۔ اور یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ان مقاصد کے حسب معرفت اجر و ثواب میں حجاج کے درجات ایک دوسرے سے جدا جدا ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ

﴾ [الزمر: ۹]

"بتاؤ! کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں، یقیناً نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل مند ہیں۔"

یہاں ہماری چاہت یہ ہے کہ حج کے مقاصد کے گرد ہم ایک پرسکون قافلہ کی شکل میں چکر لگاتے ہوئے اس تعلق سے تامل و تدبر کریں گے، اللہ سے یہی امید ہے کہ وہ ہمارے ایمان، خود سپردگی اور عمل صالح میں اضافہ کرے گا، ساتھ ہی ہماری اس سے یہی التجا ہے کہ وہ ہمیں اخلاص تو فیق، اور اپنی پسند و چاہت کے مطابق درست راہ سے ہمکنار کر دے، اور

﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ [طہ: ۱۱۴]

"اے ہمارے رب! ہمارے علم میں اضافہ فرمادے۔"

ابھی ابھی یہ بات گذری ہے کہ حج کا عظیم مقصد اللہ کے لیے عبادت



وبندگی کو عملی جامہ پہنانا ہے، اور اس مقصد کے دیگر وجود میں آنے والے عظیم مقاصد ہیں، اور ہر مقصد کا تعلق حج کے مقاصد سے ہی ہیں تو پھر یہ مقاصد کیا ہیں؟

اور یہیں یہ ایک اہم سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اعمال حج ان مقاصد کو کیسے ثابت کریں گے؟ اللہ کی مدد چاہتے ہوئے انہیں امور کی وضاحت میں میری پوری جدوجہد ہوگی۔







پہلا مقصد

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی محبت کو ثابت کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴾ [التوبة: ۲۴]

"آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں، تمہارے کنبے قبیلے، اور تمہارے کمائے ہوئے مال، اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو، اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو (اگر یہ ساری چیزیں) تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے، اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ کے حکم (سے عذاب کے آنے) کا انتظار کرو، اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

آپ خود سوچیں کہ جب تک آپ اپنی زندگی کی تمام محبوب چیزیں





خیر باد نہیں کرتے اس وقت تک آپ حج کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے، اور نہ ہی آپ حج کی سعادتوں سے بہرہ مند ہو سکتے جب تک کہ آپ اپنا وہ محبوب وطن جہاں آپ بڑھے پلے ہیں اسے چھوڑ نہیں دیتے، اور اسی طرح آپ اپنی مشفق و نرم دل بیوی، پھولوں جیسے بچے، آرام دہ مکان، وہ بستی جس میں آپ نشوونما پائے، نوکری، کھیتی باڑیاں، پسندیدہ کارموٹر اور اپنے کنبہ و قبیلہ کو چھوڑے بغیر حج کا حصول ممکن نہیں۔

آپ اپنی ان تمام محبوب ترین چیزوں کو چھوڑ کر ان سے جدا اور الگ ہو جاتے ہیں، حالانکہ آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کی طرف آپ کی دوبارہ واپسی بھی ہوگی یا نہیں، اور جس وقت آپ اپنے ان پسندیدہ چیزوں کو خیر باد کہتے ہیں تو اس وقت نہ تو سرسبز و شاداب وادیوں، ہر بھرے جنگلات، مناسب آب و ہوا، کشادہ جگہ کی طرف آپ رخ کر رہے ہیں بلکہ کے برعکس وادی بے آب و گیاہ، شدید گرمی، نہایت بھیر بھاڑ سے آپ کا سامنا ہے۔ اور جب آپ وہاں پہنچ جائیں اور آپ کے ساتھ آپ کی کچھ اور محبوب چیزیں ہیں تو انہیں صرف اللہ کی محبت کے خاطر اور اسے عملی جامہ پہنانے کے ناتے اس کا چھوڑ دینا ہی آپ سے مطلوب و مقصود ہے۔



اور اگر آپ کے ہمراہ آپ کی چہیتی بیوی، عمدہ پوشاک، نفیس خوشبو ہو تو یہ بھی صرف احرام (حج کی نیت) کی وجہ سے آپ کی یہ تمام محبوب ترین چیزیں آپ پر حرام ہو جاتی ہیں۔

بلکہ اس کے علاوہ مکہ مکرمہ میں آپ کی بہت سی محبوب چیزیں ہیں انہیں بھی آپ کو خیر باد کہنا پڑتا ہے جیسے مسجد حرام، کعبہ شریف، حجر اسود، مقام ابراہیم، بئر زمزم اور خود سرزمین حرم (انہیں چھوڑ کر آپ منیٰ و مزدلفہ و عرفات کے میدانوں میں سوئیں)۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن جو مقصد سمجھ میں آرہا ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ بندے کا امتحان اور اس کی آزمائش ہے کہ اگر تمام محبوب چیزوں سے حتیٰ کہ سرزمین حرم سے بھی اللہ تعالیٰ زیادہ محبوب ہے تو اس کے حکم کی بجا آوری اور اس کے سامنے خود سپردگی کرتے ہوئے ان تمام چیزوں کی پرواہ کئے بغیر اس کی طرف نکل پڑنا چاہئے، اور حج کے سب سے عظیم دن میدان عرفات کی طرف روانگی ہے جو حدود حرم سے باہر ہے، بایں طور کہ میدان عرفات کی سرزمین تو تمام محبوب سے خالی ہے، لہذا وہاں تو محبوب صرف اور صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات ہے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے نزدیک تمام محبوبوں سے محبوب تر ہے، اور یہ قولی و عملی ہر اعتبار سے صدق و صفا اور اللہ کے لیے اخلاص محبت کی بنا پر ہے۔

سوال: کیا یہ بات صحیح حوالوں سے ثابت ہے کہ نبی مکرم ﷺ کے قدم مبارک اور جسم اطہر سرزمین عرفات کو چھوئے ہیں؟

جن صحیح حوالوں میں نبی کریم ﷺ کے حج کی تفصیلات موجود ہیں ان میں چھان مارنے کے بعد مجھے کوئی ایسی دلیل یا اشارہ نہیں مل سکا جس سے یہ بات واضح ہو جائے کہ آپ ﷺ کے جسم شریف نے عرفات کی زمین کو چھوا ہو، بلکہ کچھ ایسے قرائن و اشارے اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے جسد اطہر کا عرفات کی زمین کو نہ چھونا ہی مقصود و مطلوب تھا، اور یہ کہ یہ حکم تعبیدی تھا جو امتیوں کو چھوڑ کر صرف آپ کے لئے خاص تھا، اور ان قرائن میں سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کو عرفات کی جانب روانگی کے دوران کچھ ایسی چیزوں کا حکم فرمانا ہے جنہیں نہایت سنجیدگی اور غور فکر کے ساتھ سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم فرمایا کہ میدان عرفات کے آغاز سے کچھ میٹر پہلے آپ ٹھہر جائیں، یعنی وادی عرنہ میں، اور آپ وہیں کھائیں، پیئیں اور آرام فرمائیں، اور میدان عرفات سے باہر ہی وضو وغیرہ فرمائیں۔

اور جب سورج زوال (مائل ہونے) کو آیا تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب

کو یہ حکم فرمایا کہ آپ لوگ میدان عرفات میں ایک یا دو میٹر اندر داخل ہو جائیں، اور آپ ﷺ میدان عرفات سے ایک یا دو میٹر باہر ہی وقوف (ٹھہرے) فرمائے ہوئے تھے، اور وہیں سے آپ خطبہ دے رہے ہیں، جب آپ ﷺ خطبہ اور نماز سے فارغ ہوئے تو وہیں آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے، اور اونٹنی پر سواری کی حالت میں میدان عرفات میں داخل ہوئے، اور سورج غروب ہونے تک آپ اونٹنی پر ہی سوار رہے اور میدان عرفات میں آپ اپنی اونٹنی سے نیچے نہ اترے۔ انہیں حقائق کی صراحت بہت سے حوالوں میں موجود ہیں، یہ معلوم ہوا کہ سواری پر سوار ہونے کی حالت میں آپ میدان عرفات میں وقوف کئے، اور حجۃ الوداع کے اس موقع پر آپ کے دونوں قدم عرفات کی سرزمین کو نہیں چھوئے۔ یہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حکم تھا اور یہ آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ خاص تھا۔ واللہ اعلم۔

سوال: حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے قدم شریف نے عرفات کی زمین کو کیوں نہیں چھوا؟

قطعاً طور پر یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر مومن کے نزدیک بڑے محبوب و چہیتے ہیں، اور ایسے ہی آپ ﷺ کے آثار و نشانات بھی انکے نزدیک بڑے محبوب ہیں، بلکہ کثرت سے لوگ اس

کی جستجو میں لگے رہتے ہیں، اسی وجہ سے اللہ نے یہی ارادہ کیا کہ میدانِ عرفات میں سوائے اس کے کسی بھی محبوب کا کوئی اثر قطعاً نہ ہو حتیٰ کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے آثار و نشانات بھی نہیں۔

اللہ ہی بہتر جانتا ہے، شاید اس میں یہی حکمت و راز پنہاں ہے کہ سرزمینِ عرفات میں اگر آپ ﷺ کے آثار و نشانات پائے جاتے تو عرفات کے عظیم ترین دن لوگ اللہ کی محبت سے بے پرواہ ہو کر ان جائے آثار سے چمٹ کر رہ جاتے، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی محبت سے ہٹ کر ان کے دل بندے کی محبت کی طرف پھر جاتے۔

☆ اور ایسا کیوں نہیں! ہمیں یہ خوب اچھی طرح معلوم ہے کی صالحین کی محبت اور انکے آثار میں غلو و حد سے تجاوز ہی بشریت کی گمراہی کے اہم و بڑے اسباب ہیں۔

☆ کیا اس روئے زمین پر نوح علیہ السلام کے زمانے میں صالحین کی محبت اور ان کے آثار میں غلو کی وجہ سے پہلا شرک واقع نہیں ہوا؟

☆ عیسیٰ علیہ السلام کی محبت میں غلو کی وجہ سے کیا نصاریٰ گمراہ نہیں ہوئے؟

☆ علی و حسین رضی اللہ عنہما کی محبت میں غلو کی وجہ سے کیا رافضہ گمراہی کے شکار نہ ہوئے؟



☆ کیا جیلانی وغیرہ کی محبت میں غلو کے سبب بعض صوفیاء بے راہ روی کے شکار نہ ہوئے؟

ان لوگوں نے صالحین سے ایسی محبت جو اللہ سے انکی محبت کے مشابہ ہوگئی، اسی میں یہ لوگ ہلاکت و بربادی سے دوچار ہوئے۔

میدان عرفات میں حجاج کرام سے اسی چاہت کا اظہار ہے کہ اب ان کے سامنے کسی بھی محبوب کی محبت کا کوئی اثر باقی نہ رہ جائے کہ جس سے ان کے دل اللہ تعالیٰ سے ہٹ کر ان کی طرف ادنیٰ التفات بھی کر سکے۔

اور کبھی کبھی انسان کی اس کے رب کی محبت میں اس کی آزمائش ہوتی ہے، یاسی طور کہ اس کی شدید ضرورت کے وقت اس کی محبوب چیز اسے حاصل ہو جاتی ہے، لیکن امتحان و آزمائش کی خاطر اللہ اسے اس سے روک دیتا ہے اور اس پر حرام قرار دے دیتا ہے۔ پس دیکھنا ہے کہ اللہ اسے محبوب ہیں یا اسکی ضرورت۔

ہاں دیکھیں یہی وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں کہ جب وہ اپنے بھوک اور فقر کے زمانے میں حج کا احرام باندھتے (کی نیت کرتے) ہیں اسی وقت اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ اے محبوب شکار تو ان سے قریب ہو جا حالانکہ یہ تیری عادت نہیں، اور پھر وہ ابتلاء و آزمائش بن کر ان کے ہاتھوں میں اور ان کے نیزوں کے سامنے آگئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:





﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لِيَبْلُوكُمْ اللَّهُ بَشْيءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ ءَأْيِدِكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [المائدة: ٩٤]

'اے مومنو! اللہ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کرے گا، جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے، تاکہ اللہ معلوم کر لے کہ کون شخص ان سے بن دیکھے ڈرتا ہے، سو جو شخص اس کے بعد حد سے نکلے گا اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔>>

توحید محبت الہی کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کتنا عظیم الشان عملی جامہ پہنایا، اپنی شدید ضرورتوں کے ہوتے ہوئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت کی خاطر شکار کو ترک کر دیا جب کہ اللہ کے علاوہ نہ تو کوئی ان کا نگہبان تھا اور نہ ہی کوئی محاسبہ کرنے والا تھا۔

طواف اور رمی الجمرات کے وقت محبت کا امتحان کچھ اور ہی سخت ہوتا ہے، اس حیثیت سے کہ بنیادی طور پر جو حلال پسندیدہ چیزیں ہیں - جیسے بیوی، خوشبو، شکار وغیرہ- تو ان سے وہ اپنے آپ کو الگ کر لیتا ہے، وہیں جو حرام پسندیدہ چیزیں ہیں ان کی آزمائش شروع ہو جاتی ہیں، اور وہ آزمائش غیر محرم مردوں کا عورتوں سے اور عورتوں کا مردوں سے بھیڑ کے موقعہ پر ملنا جلنا ہے۔

اس بنا پر یہ ممکن ہے کہ جمرات کا کچھ حصہ مردوں اور اس کا کچھ حصہ



خواتین کے لئے مختص ہو جائے، یا طواف اور رمی جمرات کو ایک دن مردوں اور ایک دن عورتوں کے لئے کر دیا جائے یا مردوں کی بھیر بھاڑ کی وجہ سے طواف اور رمی سے عورتوں کی چھٹی ہی کر دی جائے۔ یا بھیر بھاڑ سے بچنے کی خاطر چھوٹے ٹیلے کے بجائے بڑے پہاڑ کی طرف رمی کو پھیر دیا جائے۔ اللہ خوب جانتا ہے لیکن شریعت نے طواف و رمی کے احکامات کو اسی متعین شکل میں ہی بیان کیا ہے حالانکہ بسا اوقات تنگ جگہوں میں بھیر بھاڑ مردوں سے عورتوں کو بالکل ملا دیتا ہے، تاکہ امتحان و آزمائش اپنے کمال کو پہنچ جائے۔۔۔ کہ اب تمہیں اللہ محبوب ہے یا عورتیں؟

آپ سچے مومن کو پائیں گے جن کے دل حب الہی میں مشغول رہتے ہیں، شدید بھیر بھاڑ کے ہوتے ہوئے بشری نگہداشت کے بغیر وہ حسب استطاعت ورع و تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اپنے کو بچانے کی پوری کوشش کرتا ہے، صرف اس چیز کے لیے ہی نہیں کہ خصوصی طور پر تمام چیزوں کو چھوڑ کر اللہ ہی ان کے نزدیک سب سے محبوب ہے بلکہ وہ تو یہ بھی یاد کرتا ہے کہ جب تک مقام جمرات پر ابراہیم علیہ السلام کی اپنے فرزند اسماعیل کے تعلق سے آزمائش نہیں ہوئی اس وقت تک آپ خلیل بننے کے مقام و مرتبہ سے مشرف نہ ہوئے۔

سالہا سال بے اولادی کی آزمائش، پھر اولاد سے نوازے جانے کے بعد

بیوی و بچے کو ایک سنگ لالخ وادی میں چھوڑ کر شام کوچ کر جانے کی آزمائش، اور سخت امتحان اور ان کے دوبارہ واپس آنے کا حکم، پھر اپنے اکلوتے بیٹے سے مل کر خوش ہونے کے بعد اس کے ذبح کرنے کا حکم، اس حکم کی تعمیل کی خاطر بچے کو اپنے ہمراہ جمرات لے جانا، اتنے میں شیطان کی آمد اور تین بار اللہ کے اس تعمیل سے روکنے کی خاطر ابراہیم علیہ السلام کے دلوں میں گونا گوں وسوسہ پیدا کرنا، اب ابراہیم علیہ السلام کے پاس اس کے سوا کچھ نہ بچا تھا کہ پتھر سے مار کر ایک فیصلہ کن جواب دیتے، اور اس کی تردید کرتے کہ اللہ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر یعنی اللہ ہی سب سے بڑا و معظّم ہے۔

سوال: مکہ ایک کھیتی باڑی اور سرسبز وادی کیوں نہیں؟

اگر حج ایک سرسبز و شاداب، ندیوں والی وادی میں ہوتا تو بعض حاجیوں کی نیت میں یہ آمیزش ہو جاتی (اللہ ہی بہتر جانتا ہے) کہ کیا حج سے ان لوگوں کا خالص عبادت مقصود ہے یا ندیاں، شادابیاں، پر کیف آب و ہوا؟

یہاں ایک دوسری حکمت بھی ملحوظ خاطر ہو (اللہ خوب جانتا ہے) کہ اگر مکہ میں یہ دونوں خوبیاں جمع ہو جاتیں:

پہلی: دل کھینچ کر اس پر قربان ہو جاتے



دوسری: شادا بیوں اور نہروں والا ہوتا تو لوگوں کی کثرت کا یہ عالم ہوتا کہ ایک دوسرے پر چڑھے ہوتے، اور غیروں کو موقعہ بھی نہ دیتے۔ یہ تو محض اللہ کی رحمت ہے کہ دل اس کی طرف محبت میں کھینچے جا رہے ہیں، اور جب آتے ہیں تو یہاں سنگ لالخ وادی پاتے ہیں، مشقت جدا نہیں ہوتی، اور یوں ہی عبادتیں پائے تکمیل کو پہنچتی ہیں، پھر الوداع کہہ کر دوسروں کے لئے میدان چھوڑ دیا جاتا ہے۔

توحید محبت کو عملی شکل دینے والی گفتگو کے اخیر میں میں یہ عرض کرتا ہوں:

اللہ تعالیٰ سرے سے اس بات کو قبول ہی نہیں فرماتا کہ کسی محبوب کی محبت بندے کے دل میں اس کی محبت کے برابر ہو، چہ جائیکہ اللہ کی محبت پر کسی مخلوق کی محبت اس سے بڑھ کر ہو۔

ہاں! یہی ہے توحید محبت کا اصل مفہوم۔۔۔

جب اس مقصد عظیم کو آپ حاصل کر لیں تو کثرت سے اس مقصد کی بجا آوری کے لیے دعا فرمائیں، اور اس مقصد کے لئے جو ضروری لوازمات اور مقصد کی رسائی کے جو موانع ہیں ان کے لیے بھی دعا کریں، اگر آپ کی دعا قبول ہوگئی تو پھر آپ کے لیے مبارکبادی ہی مبارکبادی ہے۔۔۔







دوسرا مقصد اللہ عزوجل کی عظمت ثابت کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعْبِيرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ [الحج: ۳۲]

"یہ سن لیا اب اور سنو: اللہ کی نشانیوں کی جو عزت و حرمت کرے اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے یہ ہے۔"

شعائر اور مشعر کہتے ہیں جو اللہ کی عظمت اور اس کی بے نیازی، بندے کی خاکساری اور اس کی محتاجی کا شعور بیدار کرے۔ اور سرزمین مزدلفہ میں اس کی ضوفا نشانیاں بڑی وضاحت کے ساتھ دیکھنے کو ملتی ہیں، اس اللہ کی ذات پاک ہے جس نے اپنی عظمت کے خاطر ہزاروں گردنوں کو سرنگوں کیا۔

جو شخص منی و عرفات میں حجاج کی حالات کا ایک پہلو سے موازنہ و مقارنہ کرے گا اور دوسرے پہلو سے مزدلفہ میں ان کی صورت حال کا موازنہ کرے گا تو وہ دونوں کے درمیان بڑا دقیق و باریک





فرق محسوس کرے گا۔ اور وہ کچھ اس طرح کہ منی و عرفات میں حجاج کرام کے درمیان بڑی واضح شکل میں مالداری و غریبی کے مختلف وجدگانہ طبقات نظر آئیں گے۔ اور بالخصوص خیموں، کھانوں، اور سواریوں کی الگ الگ نوعیت واضح ہوگی۔

وہیں آپ منی و عرفات میں غریبوں اور فقیروں کو دیکھیں گے کہ وہ سڑک کے کنارے اپنے سامانوں کو سیٹے بیٹھے ہوئے ہیں، اور دوسری جانب مالدار و غنی حضرات پر کشش خیموں، ظاہری ٹھٹھاٹھاٹ اور پر تلذذ سامانوں کے ساتھ قیام پذیر ہیں۔ بسا اوقات ان جگہوں پر خالق کی مالداری و بے نیازی سے ہٹ کر مخلوق کی مالداری کے ٹھٹھاٹھاٹ میں حجاج کرام کے دل مشغول ہو جاتے ہیں، اور عظمت خالق سے ان کے دماغ ہٹ کر مخلوق کی عظمت و بڑائی میں گردش کرنے لگتے ہیں، یہاں تک کہ بعض نادان دل وہاں یہ بھولنے لگتے ہیں کہ آخر عظیم کون ہے؟

اللہ بخوبی واقف ہے، مزدلفہ کے احکام اسی لیے مشروع قرار دیئے گئے کہ حجاج کے درمیان عظمت و مالداری کی جتنی بھی امتیازی تفریق چھینتیں ہیں سب کو ڈھا دیا جائے، اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کی عظمت اور تہا اس کی مالداری کے سوا میدان مزدلفہ میں کسی اور کی مالداری و عظمت کی ادنیٰ جھلک بھی باقی نہ رہ جائے۔





اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَتَأَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾

[فاطر: ۱۵]

"اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو، اور اللہ بے نیاز خوبیوں والا ہے۔"

اگر آپ مزدلفہ کے احکام پر غور و فکر کریں گے تو آپ اس نتیجے پر ضرور پہنچیں گے کہ اس کے احکام اسی انداز میں مشروع کئے گئے ہیں جو حجاج اور ان کے درمیان پائی جانے والی مالداری اور بڑکپن کی چمک دمک کو حائل بندی کی شکل عطا کرتا ہے۔

اس میدان میں صرف ایک رات کے وقوف کی خاطر ایسے خیموں کی قطعاً ضرورت نہیں جس کی چمک دمک لوگوں کے درمیان چھوٹے و بڑے کی تفریق کو اجاگر کرے، زینت کے پوشاک سے بالکل عاری ہو کر چند لمحوں کے وقوف کی خاطر ایسے سامانوں اور اٹیچیوں کی چنداں ضرورت نہیں جس سے انکی مالداری اور عظمت جھلکیں، اور یہ اس لئے کی میدان مزدلفہ میں سارے کے سارے ننگی زمین پر فقیروں اور محتاجوں کی طرح سوائیں، اور بلکہ آپ یہ بھی ملاحظہ کریں گے کہ پائخانہ کے سامنے لمبی لائنوں میں مالدار فقیر کے ساتھ، کالا گورے کے ساتھ لائن میں کھڑے ہیں، مالدار کی کے ٹھاٹھ سے





کہیں دور فقر و ضعف کا بھرپور مظاہرے کر رہے ہیں، تاکہ سارے لوگوں کو اس کا پتہ چل سکے، اور ہر کوئی ان مناظر کا مزدلفہ میں بھرپور مشاہدہ کر رہا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا مطلق عظمت کا عظیم کوئی نہیں۔





تیسرا مقصد

اللہ عزوجل کے لئے «رجاء» وسعت رحمت کی
امید کو ثابت کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا﴾

[الإسراء: ٥٧]

"جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے، وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں (بات بھی یہی ہے) کہ تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے۔"

بلاشک اعمال حج کے قانون سازی کا طریقہ خیموں میں بالخصوص رہائش کے وقت بندوں میں امید کرنے والے اور جن سے امید کی جائے ان کے درمیان، مالدار و فقیر کے درمیان، کمزور اور وجیہ لوگوں



کے مابین، مالک اور نوکر کے درمیان اختلاط و قربت سے جوڑتا ہے، زندگی کی عام حالتوں میں اس جیسی مثالیں خال خال ملتی ہیں، اور یہ قربت زیادہ تر عرفات و مزدلفہ میں واضح انداز میں ملتی ہیں۔

عرفات و مزدلفہ ان دونوں مشاعر میں حجاج کرام کی حالتوں پر غور کرنے والے کو یہ واضح انداز میں محسوس ہوگا کہ سارے کے سارے مخلوق کی امیدوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے ایسی ذات سے امیدیں وابستہ کرنے کی خاطر متوجہ ہو جاتے ہیں جس کے خزانے لافانی اور جس کی نعمتیں بے شمار ہیں اور جس کو زمین و آسمان کے بیچ کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے۔

دست گریہ وزاری کو اس کی طرف ایک ہی شکل اور ایک ہی حالت میں اٹھائے ہوئے ہیں۔ مالدار و محتاج، ڈاکٹر و مریض، سب کے سب اس کے روبرو اپنی انکساری، محتاجی کوتاہ دستی کا مظہر پیش کر رہے ہیں۔ اور سب کے سب یہی اعتراف و اقرار کر رہے ہیں کہ اللہ وحدہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے جس سے وسعت رحمت کی امید رکھی جائے۔

اور یہی ہے رب العالمین کے لئے توحید رجا کا اخلاص۔





چوتھا مقصد

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے خوف کو ثابت کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجَلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ﴿٦٠﴾ أُولَٰئِكَ

يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ﴿٦١﴾ [المؤمنون: ٦٠-٦١]

"اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں، اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کر رہے ہیں، اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں۔" نصوص کے بارے میں غور و فکر کرنے والے اور واقعیت پر گہری نظر رکھنے والے اور تاریخ کھنگالنے والے شخص کو یہ معلوم ہے کہ مظہر خوف اور شعیرہ حج کے درمیان بہت مضبوط ربط ہے بلکہ یہ ربط حد تلازم کو پہنچا ہوا ہے۔

اور یہ تین چیزوں میں غور و خوض کے بعد بالکل واضح ہو جاتی ہے:

﴿١﴾ قرآن کریم ﴿٢﴾ حدیث رسول ﷺ ﴿٣﴾ واقعیت



قرآن کی آیتوں میں غور و فکر:

پیارے حاجی بھائی! آپ سورہ حج پڑھیں اور پھر غور کریں!

آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ انتہائی خوف و دہشت کی شکل میں اس سورت کا آغاز ہو رہا ہے، بلکہ خوف کی شدید ترین صورت جو بشیریت سے ہو کر گذرتی ہے اس سے اس صورت کو شروع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَتَأْتِيهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ﴿١﴾ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَرَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ﴿٢﴾﴾ [الحج: ١-٢]

"لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھ لو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی، اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے، اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش دکھائیں دیں گے حالانکہ درحقیقت وہ متوالے نہ ہوں گے، لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔"

یہ اس سورت کا آغاز ہے جو حج کے مقاصد پر گفتگو کر رہی ہے۔

خیال کریں کیا یہاں حج اور خوف کے درمیان ربط ہے۔



آپ کو یہ پتہ چلے گا کہ نبی اکرم ﷺ نے حج کا نام جہاد بھی رکھا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں عورتوں سے فرمایا: «عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لَّا قِتَالَ فِيهِ، الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ». [رواه أحمد وابن ماجه، وإسناده صحيح].

"ان پر ایسا جہاد ہے جس میں کوئی قتال نہیں (اور وہ) حج اور عمرہ ہے۔" جہاد خوف کا ساتھی ہے یعنی اس سے جڑا ہوا ہے۔

آپ غور فرمائیں کی حدیبیہ کے سال رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سرزمین حرم میں داخلہ کی کوشش کے دوران خوف کا کیسا منظر تھا۔

قریش مسلمانوں کے درپے آگئے اور انہیں عمرہ سے روک دیا، اور جنگ کے لئے لوگ برسر پیکار ہو گئے، اور درخت کے نیچے مسلمانوں نے جنگ کے لئے بیعت کر لی۔

پھر آئندہ سال عمرہ کی اجازت پر صلح ہو گئی، مسلمانوں نے یہ شرط بھی منوالی کہ احرام کے ساتھ ساتھ ان کی تلواریں بھی ہوں گی، کیوں کہ قریش کی بے وفائی کا خدشہ دامن گیر تھا، اس واقعہ سے صاف پتہ چلا کہ ان کا عمرہ خوف کے سایے میں تھا۔



واقعیت:

نبی کریم ﷺ کے عہد سے لے کر آج تک جو لوگ حج کے بارے میں غور و فکر کریں گے یہ اس بات سے یقیناً روشناس ہوں گے کہ سال و صدیاں گزرنے کے باوجود خوف نے حج کا دامن اب تک نہیں چھوڑا۔

قریش کے خوف سے ابھی چھٹکارا ملا تھا کہ کچھ ہی مدت بعد امت کے لئے دوسری پریشانیاں شروع ہو گئیں، اور تیرہویں صدی تک مکہ مکرمہ کو آنے والے بیشتر راستوں پر ڈاکوؤں کی ٹولیاں سرگرم ہو گئیں اور معاملہ یہاں تک جا پہنچا کہ مکہ جانے والے کو گم شدہ اور وہاں سے واپس آنے والے کو نومولود تصور کیا جاتا۔

ٹیڑوں اور ڈاکوؤں کی پریشانیوں کے حل کے لئے جب لوگ برسرِ پیکار ہوئے اور اس خوف کا معاملہ حل ہو گیا تو خمیوں میں آگ لگنے کا خوف کا نیا دور شروع ہو گیا اور پریشانیاں حج کے ساتھ سالہا سال دامن گیر رہیں، پھر لوگوں کی اس سمت کو ششیں ہوئیں اور اس پر بھی قابو پالیا گیا۔

پھر ریلیوں، بم دھماکے، جمرات پر لوگوں کے دھکم پیل، سیلاب، برڈفلو (پرندوں میں متعدی بیماریاں) جیسی مشکلات درپیش ہوئیں،

آج تک لوگوں نے خوف کا ایک دروازہ بند کرنے کی جدوجہد کی، اس میں مکمل کامیابی ملی ہی نہیں کہ خوف کا دوسرا نیا دروازہ کھل گیا۔

آج بھی ایسے عازمین حج آپ کو ملیں گے جن کے دل حج کی نیت سے ہی اہل و عیال کے پاس واپسی تک خوف کے احساس سے بھرے ہوتے ہیں۔

آپ سوچیں کہ اگر حج و خوف کے درمیان تلازم ہے تو اس تلازم کی حکمت کیا ہے؟

اللہ ہی بخوبی جانتا ہے، شاید اس کا مقصد اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے خوف کی عبادت کو زبانی دعوتوں سے اٹھا کر جوارج اور دل کے عملی شکل کی بلندیوں تک پہنچانا ہے؟

آپ خیال کریں ایسا کیوں کر؟

آپ کسی حاجی سے یہ پوچھیں کہ گذشتہ سالوں میں کسی خوفناک حادثے کے بارے میں آپ نے سنا ہے؟ اور کیا اس کی وجہ سے بہت سے لوگ موت کے گھاٹ اتر گئے؟ اور کیا اس سال حج میں خوف کے کچھ مختلف احتمالات کے بارے میں آپ نے سنا ہے؟ تو ان سوالوں کے جواب میں یقیناً وہ کہے گا: ضرور۔



پھر آپ اس سے عرض کریں کہ ان اندیشوں اور خوف کے ہوتے ہوئے آخر آپ کو یہاں کون سی چیز لے آئی؟

تو آپ کو یہی جواب ملے گا: ایسا شخص جو حج پر قدرت رکھنے کے باوجود حج میں نہ آئے اس کے حق میں اللہ کی وعید کا جو مجھے خوف لاحق ہے وہ ان تمام خوف اور اندیشوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔

اور حج کے عظیم مقاصد میں سے یہی وہ ایک مقصد ہے کہ اللہ رب العالمین کی خاطر توحید خوف کو ثابت کر کے اسے عملی جامہ پہنایا جائے۔





پانچواں مقصد اللہ عزوجل پر توکل کو ثابت کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَقَالَ مُوسَىٰ يَاقَوْمِ إِن كُنتُمْ ءَامِنُونَ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِن كُنتُمْ
مُسْلِمِينَ ﴾ (۸۴)

﴿الظَّالِمِينَ﴾ [یونس: ۸۴-۸۵]

"اور موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا: اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر توکل کرو اگر تم مسلمان ہو۔ انہوں نے عرض کیا ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا، اے ہمارے پروردگار! ہم کو ظالموں کے لئے فتنہ نہ بنا۔"

میرے مسلمان بھائی!

جب آپ اپنے ملک میں اور اپنے رشتہ داروں کے درمیان، اپنے پر امن و سکون گھر میں ہوں، اور بسا اوقات آپ کے پاس کار موٹر اور ایسے بینک بیلنس ہو جو مستقبل میں آپ کے اطمینان و سکون کے





ضامن ہو، تو یہ خیال رکھنا آسان نہ ہوگا کہ آپ اللہ پر واقعی توکل رکھتے ہیں یا ان دنیاوی اسباب پر؟

لیکن حج اس پر واضح ثبوت پیش کرتا ہے کہ ایک حاجی صرف اور صرف اللہ وحدہ پر ہی پورا بھروسہ و توکل رکھتا ہے۔ اور یہ کیسے؟

جب آپ منی کے محل وقوع پر غور کریں گے کہ وہ تو ایک وادی میں ہے اور ساتھ ہی حجاج کے احوال پر تامل کریں گے کہ وہ تو اس وادی کے راستے کے کنارے کنارے واقع خیموں میں بڑے بھید بھاڑ میں ہیں، پھر آپ ان سے یہ پوچھیں کہ آپ کے ان حالتوں میں کیا مختلف قسم کے حادثے رونما ہونے کے توقعات نہیں ہیں؟ اللہ ایسا نہ کرے، اگر سخت سیلاب آجائے تو کیا اس کا احتمال نہیں کہ ان خیموں سمیت ان میں موجود سارے لوگوں کو بہالے جائے؟ اور اگر بجلیاں گریں اور سخت اولے نازل ہوں تو خیمے کے یہ چھت کیا آپ کو بچا سکیں گے؟

اور اگر متعدی امراض تیزی سے پھیلنے لگیں تو ان حالات پر کنٹرول پانے کے لئے امکانی صلاحیتیں کافی ہیں؟ اگر فسادی حجاج کو منصوبہ بند طریقے سے نقصان پہنچانے کا ارادہ کر لیں تو کیا عام حجاج کے پاس ان کی ذاتی دفاعی صلاحیتیں ان کے لیے کفایت کریں گی۔

بلکہ جب آپ حجاج کرام سے ان کے اپنے ملک سے آمدورفت کے



طریقہ کے بارے میں پوچھیں کہ کیا اس میں مختلف قسم کے خطرات کا احتمال نہیں تھا؟ مثال کے طور پر جہاز کے گرنے، کشتی کے ڈوبنے اور موٹر کاروں کے ٹکرانے وغیرہ جس کا وقوع برابر ہوتا رہتا ہے۔

ان بہت سے سوالوں کا جواب اگر آپ حجاج کرام سے چاہیں گے تو ان کا بس یہی جواب ہوگا: ہاں! یہ تمام خطرات متوقع ہیں بلکہ یہ بھی گمان ہے کہ یہ سب بشر کی اٹھائی ہوئی صلاحیتیں ہیں جو اللہ کی چاہت سے واقع ہونے والے خطرات کا کچھ بھی برابری نہیں کر سکتیں۔

اور جب آپ حجاج کرام سے ایک دوسرا سوال کچھ یوں کر لیں کہ ایسی صورت میں آپ کس پر توکل اور اعتماد کرتے ہیں؟ تو تمام حجاج کا ایک ہی جواب ہوگا: ہم لوگ اللہ وحدہ سبحانہ ہی پر مکمل توکل و اعتماد کرتے ہیں۔

اللہ کو بخوبی علم ہے لیکن شاید قولی و عملی طور پر اللہ عزوجل پر توحید توکل میں یہی سچائی ہے۔







چھٹا مقصد

انابت الی اللہ (اللہ کی جانب واپسی) کا ثبوت دینا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لِلَّهِ مِمَّن قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ۚ ثُمَّ لَا

تُصْرَفُونَ﴾ [الزمر: ۵۴]

"تم لوگ اپنے پروردگار کی طرف جھک جاؤ، اور اس کی حکم برداری کئے جاؤ، اس سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آجائے، اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے۔"

استطاعت اور قدرت جب حج کے شروط قرار پائے تو یہیں سے یہ نتیجہ نکلا کہ مالی و بدنی ہر اعتبار سے بیشتر حجاج قوی و طاقتور ہوں گے۔ مالی و بدنی قوتوں کی خوبیوں سے سرشار، اس کے علاوہ دوستوں سے بے نیاز کرنے والی دیگر خوبیوں و صلاحیتوں کے پائے جانے کے باوجود حجاج کرام کے تمام مقامات بالخصوص عرفات، مطاف، صفا و مروہ کی چوٹی پر آپ انہیں پائیں گے کہ وہ ایک ڈرے ہوئے، خاکسار، اپنے





گناہوں کا معترف، اپنی کوتاہیوں کو طشت ازبام کرنے والا، اپنی کمیوں پر پشیمان، اپنی طاقت و قوت سے براءت حاصل کر کے اللہ کی طاقت و قوت پر منحصر، اپنے رب کی معافی کی امیدیں باندھے سہا سہا دکھائی دے گا، اور غفلت، کوتاہی اور نافرمانیوں کی جو زندگی گذری ہیں اس پر پردہ درسی اور معافی کی التجا کرتے ہوئے ملے گا۔

شاید یہی انابت الہی کی حقیقت ہے اور باقی تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

یہاں ایک سوال ابھر کر سامنے آتا ہے کہ کس کے خاطر یہ دل متوجہ ہوئے؟

کیا ان کے پاس کسی بڑے طاقت والے آدمی کا حکم آیا، یا کسی مالدار کی جانب سے کوئی وعدہ آیا جس نے اس انداز میں دلوں کو نرم کر دیا، کہ ان کے خوف سے آنکھیں اشکبار اور ان کے مال کے سبب وہ لالچ کے شکار ہو گئے، ایسا ہرگز نہیں، لیکن --- شاید یہ اللہ رب العالمین کی جانب رجوع ہونے کی خالص توحید کے نتیجے میں واقع ہوا ویسے تو اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔





ساتواں مقصد

اللہ تعالیٰ کی خاطر انکساری ثابت کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾ [ہود: ۲۳]

"یقیناً جو لوگ ایمان لائے، اور انہوں نے کام بھی نیک کئے، اور اپنے پالنے والے کی طرف جھکتے رہے، وہی جنت میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہی رہنے والے ہیں۔"

اخبات کا معنی: اللہ کے لئے ایسی تواضع و انکساری اختیار کرنا جو مطلق تسلیم و رضا کے حد تک پہنچ جائے، بندگی بھی اسی کی ہو، اس کی عظمت و ربوبیت کا اقرار بھی ہو، اور اپنی کمزوری کا اس کے سامنے اپنی محتاجی و فقیری کا اعتراف بھی ہو، اخبات کا لفظ قرآن کریم میں تین مقامات میں وارد ہوا ہے۔



ایک تو سورہ ہود میں جو ابھی گذرا ہے، اور دوسرے سورہ حج میں جس کی تفصیل یوں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَالِهٰكُمُ اِلٰهٌ وَّحِدٌ فَلَهُۥٓ اَسْلَمُوْا وَّبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ﴾ [الحج: ۳۴]

'سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے، تم اسی کے تابع فرمان ہو جاؤ، اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔»

اور اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں یوں فرمایا:

﴿وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اٰتَوْا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخَيِّتَ لَهُۥ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ [الحج: ۵۴]

"اور اس لئے بھی جنہیں علم عطا فرمایا گیا، وہ یقین کر لیں کہ یہ آپ کے رب ہی کی طرف سے سراسر حق ہی ہے پھر وہ اس پر ایمان لے آئیں، اور انکے دل اس کی طرف جھک جائیں، یقیناً اللہ ایمان داروں کی راہ راست کی طرف رہبری کرنے والا ہی ہے۔"

سوال یہ ہے کہ ان تین مقامات میں سے سورہ حج ہی میں اسے دوبار کیوں بیان کیا گیا؟

اللہ تو بہر حال اس سے بخوبی واقف ہے لیکن شعائر حج ہی وہ بیشتر عبادتیں ہیں جن میں بندے کا رب کے سامنے اظہار عاجزی، اس کے لئے انکساری، اور کامل خود سپردگی ہوتی ہے۔

بیشتر حجاج جو شعائر حج کرتے ہیں ان سے اس کی حکمت کے بارے میں دریافت کریں مثلاً عرفات کا جانا، مزدلفہ میں رات گزارنا، رمی جمرات کرنا یا اس کے علاوہ جو وہ دیگر کام پورے حرص، باریکی اور لگن کے ساتھ کرتے ہیں۔ بتائیں بھلا آپ یہ سب کیوں کرتے ہیں، آپ کا اس سے کیا مقصد ہے، اور ان اعمال کی مشروعیت بھی کیوں ہوئی؟

تو آپ کو یہی جواب ملے گا: ہم تو اسے بندگی ہی سمجھ کر کر رہے ہیں اور بس۔

یہی اللہ سے عاجزی اور سر تسلیم خم کرنا ہے کہ صرف اللہ کے حکم کی تعمیل میں شرح صدر کے ساتھ بندہ عمل میں کوشاں رہے، حالانکہ اسے اس کی حکمت کی تفصیل کا کوئی علم و ادراک نہیں، اس کے لئے بس یہی کافی ہے کہ یہ اللہ عزوجل کی بندگی ہے جو رب کی رضا و خوشنودی تک پہنچاتی ہے۔

اور اگر یہی حکم کسی مخلوق کی جانب سے صادر ہو تو وہی شخص اس سے



پوچھ تاچھ اور بحث و مباحثہ پر آمادہ ہو جائے گا اور کہے گا ایسا کیوں؟ یا اس طرح بہتر ہے، یا میں اس سے ----- مطمئن نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جس نے دلوں میں عاجزی و انکساری کی صلاحیت پیدا کی۔

عاجزی کی کیا خوبصورت شکل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پیش کی، جس وقت آپ نے حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا:

«أَمَّا وَاللَّهِ! إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ». [صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۶۰۵].

"اللہ کی قسم! مجھے اس کا بخوبی علم ہے کہ تو محض ایک پتھر ہے، تجھ میں نفع و نقصان کی کوئی طاقت و قوت نہیں، اور اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔"

بعض حجاج اپنے ملکوں میں فقراء و مساکین اور کمزور سے ہٹ کر نہایت عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں، بسا اوقات تو عام آدمیوں سے بالکل ہٹ کر اپنے شاہی محلوں میں پر سکون اور نعمت بھری زندگی گزارتے ہیں، لیکن جب انہیں حج کی دعوت دی جاتی



ہے اور وہ آکر ناتواں اور مساکین کے بیچ رہتے ہیں۔ اور کبھی کبھی انہی جیسا کھانا کھاتے اور انہی جیسے انداز میں سوتے ہیں (اور ایسا منظر بالخصوص مزدلفہ میں نظر آتا ہے) اور طواف، سعی اور رمی کے بھیڑ بھاڑ میں انہی کے ساتھ سربستہ کھڑے نظر آتے ہیں۔

پھوٹنے والی بدبوؤں اور دھکم پیل نیز شدید بھیڑ میں صابر و شاکر نظر آتے ہیں۔ آپ اپنے دل سے خود پوچھیں: حج میں ان چیزوں کی ادائیگی پر کس چیز نے اسے آمادہ کیا ہے، حالانکہ اس کی مفصل پنہاں حکمتوں سے وہ بالکل ہی نا آشنا ہے؟

اور کون سی چیز اسے عیش و عشرت اور ناز و نعمت سے اس درجہ میں اتار لاتی کہ وہ کمزوروں اور مساکین کے بیچ گھل مل گیا؟ کیا اسے یہاں لانے کے لیے کسی آدمی نے مجبور کیا؟

جواب: ایسا ہرگز نہیں، لیکن یہ تو سب کچھ اللہ رب العالمین سے تواضع اور عاجزی و انکساری کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوا ہے۔

اللہ کو اس کا بخوبی علم ہے، لیکن شاید اللہ رب العالمین سے عاجزی کے توحید اخلاص سے حاصل ہوا ہے۔







مکہ کی اہم خصوصیات

ابراہیم علیہ السلام کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ
رَبَّنَا لِيقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْعَدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ
وَأَرْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴾ [ابراہیم: ۳۷]

"اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد کو اس بے کھیتی کے جنگل میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے، اے ہمارے پروردگار! یہ اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں، بس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل کر دے، اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرما تاکہ یہ شکر گزاری کریں۔"

مکہ کی تاریخ اور اس کی شان و فضیلت میں آنے والے بہت نصوص، اس میں وقوع پذیر ہونے والے حادثات و واقعات پر گہری نظر رکھنے والے اس نتیجے تک پہنچے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اللہ نے مکہ کو ایسی خصوصیات سے نوازا ہے جو اس کے علاوہ کسی بھی شہر یا ملک کو



حاصل نہیں۔ اور اس کے لئے چند فقہی احکام اللہ نے بنایا ہے جو کسی اور کے لئے نہیں۔ اسے حرم کا درجہ عطا کیا ہے، اس میں شکار کرنا حرام ہے، اس کا درخت کاٹنا حرام اور وہاں پڑی چیزوں کا اٹھانا حرام ہے، یہی نہیں اس کے علاوہ بھی چند فقہی احکام ہیں۔

اس کی خوبیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرماتے ہوئے اس کی طرف دلوں کو موڑ دیا ہے، اور یہاں کے مد اور صاع (ناپنے کے پیمانے) میں برکتیں ڈال دی ہیں۔

اور اس کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ جو اس شہر میں محض ظلم کا ارادہ کرے تو اسے اس کے ارادہ پر اللہ دردناک عذاب چکھائے گا، اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِالْحُكَاةِ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ﴾ [الحج: ۲۵]

"جو بھی ظلم کے ساتھ وہاں الحاد کا ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔"

یہی وہ چند معروف خصوصیات ہیں جو علمی کتابوں میں مکتوب ہیں۔ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب خطہ مکہ کے معاملے میں غور و فکر کرنے والے یہ ضرور پائیں گے کہ اللہ نے مکہ کو چند مثالی وانوکھی خصوصیات سے نوازا ہے جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

☆ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس شہر مبارک میں اپنی اصلی نعمتوں سے نوازتا ہے اور وہ اصلی نعمت ہدایت، نفع بخش علم، نیک عمل اور حکمت و دانائی کی نعمت ہے۔

☆ اور عبودیت و بندگی کے اعلیٰ مراتب یعنی رتبہ ایمان، احسان، اور شہادت کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے۔

☆ اور شہر مکہ میں صدیقیت کے مرتبہ پر اتنی کثرت اور جلدی سے سرفراز فرماتا ہے جو دنیا کے دیگر کسی بھی ملک میں ویسا عطا نہیں فرماتا۔

☆ اور شہر مکہ میں اللہ تعالیٰ ان نعمتوں اور مرتبوں کے طلب گاروں کی طلب اور درخواست جتنی جلدی قبول فرماتا اتنی جلدی اس کے سوا کسی اور شہر میں قبول نہیں فرماتا۔

☆ اس روئے زمین پر واقع ہر شہر میں اللہ اپنی ان نعمتوں کو عطا فرماتا ہے لیکن سرزمین مکہ میں کثرت سے اور نہایت جلدی میں عطا کر دیتا ہے۔ اللہ اعلم۔

☆ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام کو مکہ سے باہر اسلام، ایمان، احسان نبوت و رسالت کے رتبہ بلند سے نوازا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام رتبوں سے بلند رتبہ 'خلیلت' سے نوازنے کا ارادہ فرمایا تو انہیں مکہ میں حاضری کی دعوت دی۔ جہاں



ان کی آزمائش و ابتلاء کافی شدید تھی لیکن نوازش و عطا اس سے کہیں بڑی تھی، پھر وہیں رتبہ خلیفیت کا تاج آپ کو پہنایا گیا، اللہ اعلم۔

☆ اور یہ ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں کہ بڑی بڑی آزمائشوں کے بعد تمام اصلی نعمتوں سے مکہ میں آپ کے دل بھرے ہیں، پھر آپ ﷺ کو مکہ میں رتبہ 'دخلہ' سے نواز کر مدینہ کی ہجرت کی اجازت دی گئی۔ اللہ اعلم۔

شاید اسی وجہ سے حج کے یہ مقاصد ہیں کہ ان مقامات کی زیارت کے لئے مسلمان کو بلا یا جائے جہاں اللہ کے کرم اور اس کی نوازش کی تجلیات اتنی کثرت سے رونما ہوتی ہیں جو اور جگہوں پر اس طرح نظر نہیں آتیں۔ تو چند دنوں کے اندر خوب سے خوب تر عبادتیں ہوتی ہیں تاکہ اسے ان نعمتوں اور ان جیسی نعمتوں سے اتنا زیادہ نوازا دیا جائے جو اس کے شہر میں جس سے وہ آیا ہے عطا کیا جاتا ہے۔

مکہ کے ان چیدہ چیدہ خاصیات پر غور کرنے کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے حجاج کرام اپنی دعاؤں میں یہ التجا کرنے لگیں کہ وہ اپنی تمام اصلی و فرعی نعمتیں کثرت سے ان کو عطا کر دے، اور عبادت و بندگی میں ان کے درجات دو بالا کر دے۔

بسا اوقات اللہ تعالیٰ اس مختصر سفر میں اس کی دعا شرف قبولیت سے



نواز دے۔ اور اس کے علم کو یا اس کی حکمت و دانائی کو یا اس کے تقویٰ و پرہیزگاری یا اس کے عمل صالح کو دوگنا کر دے یا اس کے درجات بلند کر دے کہ وہ آیا تو محض مسلمان بن کر لوٹا مومن بن کر، یا آیا مومن بن کر اور لوٹ رہا ہے محسن بن کر، یا آیا تھا محسن بن کر لیکن واپسی ہو رہی ہے صدیق کے درجہ پر فائز ہو کر، اللہ کا یہ دستور ہے کہ وہ اپنے کسی بھی بندے کو اپنی اصلی نعمتوں سے بغیر ابتلاء و آزمائش کے سرفراز نہیں فرماتا، یہی وجہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش عراق و شام کے مقابلے میں مکہ میں زیادہ اور شدید تھی، اور ایسے ہی محمد ﷺ کی آزمائش مدینے کے مقابل مکہ میں زیادہ سخت تھی، اور اس میں یہی راز پنہاں تھی کہ یہ دونوں درجہ خلیفیت کو پہنچ جائیں۔ واللہ اعلم۔

اسی بنا پر مکہ میں حجاج کا امتحان اور ان کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے کہ وہ بھی اس عظیم عطیہ و تحفہ کو حاصل کر سکیں جس کی امیدیں وہ اللہ سے باندھے ہیں، اگر وہ صبر کا دامن تھامے رہیں اور تقویٰ الہی پر گامزن رہیں، اسی بنا پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ أَنْفَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ [البقرة: ۲۰۳]

"دو دن کی جلدی کرنے والے پر بھی کوئی گناہ نہیں، اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، یہ پرہیزگار کے لئے ہے، اللہ سے ڈرتے رہو، اور جان رکھو کہ تم سب اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔" واضح رہے کہ جنہوں نے دو دنوں یعنی گیارہ اور بارہ ذوالحجہ منی میں گزار کر چل دیئے تو اللہ نے ان پر تخفیف کردی اور اس پر کوئی گناہ نہیں، لیکن قاری یہ گمان رکھے کہ متاخر (تیرہ ذی الحجہ تک منی میں رہنے والے) کے حق میں یوں کہا جا رہا ہے کہ جس نے تاخیر کی، یعنی تیرہ ذی الحجہ تک منی میں رکا رہا، تو اس کے لئے اجر عظیم ہے۔ لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں متاخر کے لیے ایک زائد شرط لگائی ہے اور وہ 'لمن اتقى' «تقویٰ الہی ہے۔ ایک قول کی بنیاد پر آیت میں تقویٰ کی شرط کا تعلق متاخر سے ہے۔ اور اسکی وجہ یہی ہے کہ اس کی مزید آزمائش ہو تاکہ اسے مزید عطا سے نوازا جاسکے۔

لہذا جو شخص تیرہ ذی الحجہ تک منی میں وقوف و بیت کرے گا وہ بڑی بڑی نوازشوں سے ہمکنار ہوگا لیکن بہت سی آزمائشوں کے بعد۔۔۔۔۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:



﴿ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ

وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ﴾ [آل عمران: ۱۴۲]

"کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اللہ نے اب تک یہ معلوم نہیں کیا کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں۔"







خاتمہ

حج کے بعد ہمارے شب و روز

میرے پیارے حاجی بھائی!

اس سنہری موقعہ اور حج کے عظیم مقاصد پر اس بھاگ دوڑ والے مختصر سفر کے بعد ہمارے لئے یہی زیبا ہے کہ گذشتہ بیان کردہ گفتگو سے مستفید ہوتے ہوئے چند سنجیدہ لمحات میں بیٹھ کر غور کر لیں۔

اللہ کی توفیق و مدد سے میں عرض کر رہا ہوں:

میرے پیارے حاجی بھائی! آئیں ہم سب مل بیٹھ کر غور کریں کہ وہی ذات ہے جس نے حج میں صحابہ سے شکار کو قریب کیا اور عورت کو مرد سے قریب کیا، وہی ذات ہے جس نے دنیا میں ہر جگہ بندے سے حرام کردہ تصویریں، سننے کی حرام چیزیں، حرام کردہ مشروبات اور مال حرام سے قریب کیا ہے، اور سب کی صرف ایک ہی علت وجہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:





﴿لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنْ أُعْتِدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

[المائدة: ۹۴]

"تا کہ اللہ معلوم کر لے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے سو جو شخص اس کے بعد حد نکلے گا اس کے لیے دردناک سزا ہے۔"

خیال کریں کہ حج سے واپسی کے بعد کیا اللہ عزوجل کی طرف رجوع و انابت اور توحید خوف و محبت میں آپ برابر اپنے نفس سے مجاہدہ کر رہے ہیں بلکہ یہ سلسلہ آپ کے رب سے ملاقات تک جاری ہے؟

میرے پیارے حاجی بھائی! جب آپ اپنے ملک میں تھے تو آپ یوں گویا تھے کہ آپ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اسی سے ڈرتے اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں، لیکن یہ تو سب آپ کے گمان و خیال تھے آپ کی سچائی کے لئے کے دلیل درکار تھی، حج آیا تا کہ وہ آپ کی سچائی پر دلیل قائم کر دے۔ اور وہ کچھ اس طرح کی آپ کے اعضاء و جوارح نے آپ کے زبان کی تصدیق کر دی، مبارک ہو آپ کو اگر یہ اللہ کو قبول ہو جائے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ بِجَدِيدٍ عَنْ نَفْسِهَا وَتُوْفَىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا

عَمِلَتْ وَهَمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ [النحل: ۱۱۱]

"جس دن ہر شخص اپنی ذات کے لئے لڑتا جھگڑتا آئے گا، اور ہر شخص





کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے گا۔"

ان مقاصد کے حصولیابی کے لئے آپ اپنے نفس سے لڑیے، تاکہ قیامت کے دن اس پر آپ کے جوارح آپ کے لئے گواہ بن سکیں، اس کی قبولیت کے لئے اللہ سے کثرت سے درخواست کریں۔

میرے پیارے حاجی بھائی! اس حج کے سبب آپ کے رب کا کرم و احسان آپ کو اس مقام و مرتبہ تک پہنچا دے کہ سالہا سال اپنے ملک میں رہتے ہوئے اللہ کی عبادت کرنے پر بھی اس مقام و مرتبہ تک رسائی ممکن نہ تھی، اس لئے اس پر اللہ کے لئے حمد و ثناء اور شکر بیان کرو، کیوں کہ شکر کرنے سے فرعی نعمتیں جیسے مال و اولاد میں اضافہ ہوتا ہے، اور اس سے بڑھ کر اصلی نعمتوں جیسے ایمان و احسان میں بدرجہ اولیٰ بڑھوتری ہوتی ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ بڑا ہی کریم و ودود ہے، اس لئے کثرت سے اسی کا شکریہ ادا کرو۔

حج سے واپسی کے بعد آپ کی زندگی کا منہج و وطیرہ اس عظیم مقام کے حصول کا تڑب بن جائے جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا ہے، اس کا حصول اسی وقت ممکن ہے جب آپ ثابت قدمی کے اسباب کو مضبوطی سے تھام لیں جیسے نیک لوگوں کی صحبت، کثرت دعا و التجا،





غفلت اور غافلین کے ٹھکانوں سے دوری، عمل صالح میں انہماکی، اور یہ سلسلہ رب کی ملاقات تک باقی رہے یہاں تک کہ وہ آپ سے اور آپ اس سے راضی ہو جائیں۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ

الْوَهَّابُ﴾ [آل عمران: ۸]

"اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے، اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے۔"

والحمد لله رب العالمین، وصلى الله على نبينا محمد
وعلى آله وصحبه أجمعين، وسلم تسليما كثيرا .





فہرست مضامین

11	کامل حج کرنا
23	پہلا مقصد اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی محبت کو ثابت کرنا
35	دوسرا مقصد اللہ عزوجل کی عظمت ثابت کرنا
39	تیسرا مقصد اللہ عزوجل کے لئے 'درجاء' و 'سعت رحمت' کی امید کو ثابت کرنا
41	چوتھا مقصد اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے خوف کو ثابت کرنا
47	پانچواں مقصد اللہ عزوجل پر توکل کو ثابت کرنا
51	چھٹا مقصد انابت الی اللہ (اللہ کی جانب واپسی) کا ثبوت دینا
53	ساتواں مقصد اللہ تعالیٰ کی خاطر انکساری ثابت کرنا
59	مکہ کی اہم خصوصیات
67	خاتمہ حج کے بعد ہمارے شب و روز








IslamHouse.com

 IslamHouseOr

 IslamHouseOR/

 islamhouse.com/or/


 IslamHouseOr/

For more details visit
www.GuideToIslam.com




contact us :Books@guidetoislam.com

 Guidetoislam.org

 [Guidetoislam1](https://twitter.com/Guidetoislam1)

 [Guidetoislam](https://www.youtube.com/Guidetoislam)

 www.Guidetoislam.com



المكتب التعاوني للدعوة وتوعية الجاليات بالربوة

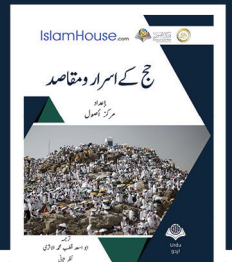
هاتف: +٩٦٦١١٤٤٥٤٩٠٠ فاكس: +٩٦٦١١٤٩٧٠١٣٦ ص ب: ٢٩٤٦٥ الرياض: ١١٤٥٧

ISLAMIC PROPAGATION OFFICE IN RABWAH

P.O.BOX 29465 RIYADH 11457 TEL: +966 11 4454900 FAX: +966 11 4970126

حج کے اسرار و مقاصد

مقاصد حج نامی اس کتاب میں مؤلف نے اعمال حج کے بعض انتہائی علمی اسرار و مقاصد کو بیان کیا ہے، اس حیثیت سے کہ جو آپ کر رہے ہیں اس کے متعلق آپ کو علم نہیں تو آپ کے لئے اتنا جاننا کافی ہے کہ یہ ایک اہم عبادت ہے، اور دونوں جہان کے پروردگار کے لئے سر تسلیم خم کرنے کا تقاضا ہے، اسرار و مقاصد کے بیان کے ضمن میں مؤلف نے چند اہم نقطہ کی طرف حجاج کے فکر و فہم کو ہمیز دیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم و جسم مبارک سر زمین عرفات کو کیوں نہیں چھوا، اور دوران طواف و رمی جمرات مرد و خواتین کیوں ایک ہی ساتھ مشغول عمل رہتے ہیں، اس کے علاوہ دیگر حکمتیں بھی اس کتاب میں ذکر کی گئی ہیں۔



IslamHouse.com



مركز اوسول
Osoul Center
www.osoulcenter.com

